ریاست جموں و کشمیر کا دردشین قبیلہ اور دردی زبان

ڈاکٹر جاوید راہی
قبائلی لسانیات کے نامور محقق، ادیب
رابطہ 9419144139

[ڈاکٹر جاوید راہی قبائلی لسانیات کے موضوع پر ایک مستند اتھارٹی رکھتے ہیں۔ انہوں نے ریاست کی کم و بیش تمام علاقائی قبائلی زبانوں پر اردو کے اثرات کو حوالہ بنا کر مدلل کام کیا ہے۔ ان کا اردو پی ایچ ڈی کا موضوع بھی یہی تھا۔ اس مضمون میں انہوں نے قریباً پانچ ہزار سال پر پھیلی ہوئی ایک ایسی زبان پر گفتگو کی ہے جس کے بارے میں بہت کم کام ہوا ہے۔ یہ مضمون بہت حوالوں سے ریکارڈ ساز اور دستاویزی نوعیت کا ہے۔]

درد، شین یا بُروقپا ایک ہی قبیلے کے مختلف نام ہیں۔ ''درد'' لفظ کے معنی ''آزاد'' یا ''جنگل میں بسیرا کرنے والے قبیلے'' کے ہیں۔ جب کہ ''شین'' کے معنی کشمیری میں، جو دردی زبانوں میں سے ایک ہے ''برف'' کے ہیں اور ایک راویت کے مطابق سفید رنگت کے ان لوگوں کو کشمیر میں اسی مناسبت سے شینا کہا جاتا ہے۔ ''بُروقپا'' لداخی تبتی میں اُس قبیلے کو کہا جاتا ہے جو پہاڑوں کی طرف نقلِ مکانی کرے یا خانہ بدوش زندگی گزارتا ہو۔

درد، شین یا بُروقپا قدیم آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں کچھ لوگ انہیں ہند آریائی بھی کہتے ہیں جن کا اصل مرکز گلگت تھا اور اِن کی مملکت کو ''دردستان'' کہا جاتا تھا جو کوہِ ہندوکُش سے کاغان تک پھیلی ہوئی تھی۔

دردشین قبیلہ عصرِ حاضر میں گلگت، استور، چلاس، سوات، دراس، داہنون، بٹالک، درچکس، گرکون، گریز اور تلیل علاقاجات میں آباد ہیں۔

دردستان کا ذکر کرتے ہوئے کاچو اسکندر خاں لکھتے ہیں:

> ''موجودہ دردستان کے مختلف خطوں کی موجودہ تہذیب پر غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ داہ ہنو کے دردوں کی تہذیب وادیٔ چترال کے آس پاس بسنے والی کلاش قوم کی تہذیب سے ملتی جلتی ہے۔
>
> کلاش کے معنی سیاہ کے ہیں۔ اور یہ نام بر، بمبوریٹ اور رمبور وادیوں کے باشندوں کے سیاہ لباس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سیاہ چوغوں میں ملبوس، سیدھی سادھی مالاؤں اور کوڑیوں سے آراستہ سر پوشوں سے مزین کلاش عورتیں ایک شاندار اور غیر معمولی منظر پیش کرتی ہیں۔ ان میں بہت ساری عورتیں خوبصورت بالوں اور سبز اور نیلی آنکھوں والی ہیں۔ جو بعض ماہرین کے نظریئے کی تائید کرتا ہے کہ کلاش قوم ممکن ہے سکندرِ اعظم کی فوج کی اولاد سے ہو۔ کلاشوں کی زبان جو کلاش وار کہلاتی ہے۔ اس میں معلوم ہوتا ہے یونانی، فارسی اور سنسکرت زبانوں کے عناصر شامل ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کلاش قوم انڈو آرینز اور یونانی

نسل کی آمیزش ہے۔'' ا؎

سرحد کے اُس پار گلگت، استور، چلاس علاقہ جات اور ریاست جموں وکشمیر کے گریز، تلیل اور دراس میں آباد دردشین قبیلے کے لوگ مذہب اسلام کے ماننے والے ہیں۔ جب کہ ''بُروقپا'' جو داہنوں، بٹالک، درچکسن، گرکون میں آباد ہیں، اسی قبیلے کے لوگ ہیں اور وہ اسلام کے ساتھ ساتھ بودھ مت پر یقین رکھتے ہیں۔ اِس قبیلے کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ یہ قدیم آریائی قبیلے کے وہ لوگ ہیں جن میں کوئی نسلی ملاوٹ نہیں ہوئی ہے۔ علمِ بشریات(Anthropology) کے ماہرین نے بُروقپا قبیلے کا نسلی تجزیہ کر کے ان کے اصل آریائی ہونے کی بات ثابت کرنے کی بھی کاوشیں کی ہیں۔

فرینکی، دردوں کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں:

''مغربی تبت کے کچھ علاقوں میں سب سے پہلے درد قوم کے لوگ آباد ہوئے۔ دردوں نے اگرچہ دھرم کے پرچار کے ساتھ ساتھ گاؤں اور قصبے بھی بسائے۔'' ۲؎

گریز، تلیل، گلگت، استوار وغیرہ میں آباد ''مسلم'' دردشین لوگوں نے تبتی نسل میں بھی شادیاں کیں ہیں اور بعض کشمیریوں میں ضم ہو کر اپنی شناخت بھی کھو چکے ہیں جن میں لون، میر وغیرہ ذاتیں شامل ہیں جس سے اس نسل میں ''مخلوط'' جینز آجانے سے اس کی اصلیت کے بارے میں شکوک کا اظہار کیا جاتا ہے۔

''اینٹی کوریئز آف انڈین تبت'' میں تحریر ہے کہ:

''فرینکی نے سنہ ۱۹۰۹ء۔ ۱۹۰۳ء میں اور اس سے قبل قصبۂ لیہہ میں کچھ پرانی قبریں دریافت کیں جن میں سے ایک قبر سے متعدد کھوپڑیاں برآمد ہوئیں۔ ان کا ماہرین سے معائینہ کرایا گیا اور یہ انکشاف ہوا کہ ان کی اور داہ ہنو اور لداخ کے دوسرے خطوں کے قدیم دردوں کی کھوپڑیوں کی ایک جیسی ساخت ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ان قبروں کے بنانے والے درد نسل کے لوگ تھے، یا کم از کم شمالی ہند کے کسی خطے سے تعلق رکھتے تھے، تبتی نہیں تھے۔

ایسی ہی قبریں رگیا کے آس پاس بھی پائی گئیں۔ مقامی باشندے انہیں ''مون گی رونگ کھانگ'' یعنی مونوں کی قبروں، کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان قبروں میں کھوپڑیاں لکڑی کے تختوں پر رکھی ہوئی پائی گئیں۔ غالباً لیہہ میں پائی جانے والی کھوپڑیوں کی بھی ایسی صورت تھی۔ اس طرح ایک ہی قبر میں متعدد نعشوں کو اکٹھے دفنانے کی روایت تھی۔'' ۳؎

دردشین قبیلے کی شناخت کا اہم ترین عنصر اُن کی زبان ہے۔ معروف ماہر لسانیات جارج بدروس کا ماننا ہے کہ شینا زبان پانچ ہزار سال پُرانی ہے اور قدیم سنسکرت کے ماخذوں میں شامل ہے۔ جب کہ اِس میں پشتو، کوہستانی، طوروالی اور پراکرت کے الفاظ بھی در آئے ہیں۔ مغربی ماہرِ لسانیات جارج اے گریرسن نے ''لنگوسٹک سروے آف انڈیا'' میں ''دردی زبانوں'' پر ایک مکمل جلد تحریر کی ہے اور دردی اور کشمیری زبان کو پاشچا، کافر، بھاشا گلی اور کیلاشا بولیوں کا عرق بتایا ہے۔

جی۔اے۔گریرسن کے مطابق دردی اور کشمیری زبان کی بنیادیں مضبوط ہیں اور یہ بھارت کی قدیم ترین زبانوں میں شامل ہیں۔دردی زبان میں آج بھی آٹھ کے قریب ایسے فونیم موجود ہیں جو باقی زبانوں میں متروک قرار پا چکے ہیں۔۱۹۱۱ء میں ہوئی مردم شماری کے مطابق جموں و کشمیر میں شینا بولنے والوں کی کل تعداد اکیس ہزار پانچ سو باسٹھ تھی۔جب کہ یہ ۱۹۱۱ء میں کشمیری بولنے والی کُل آبادی کا دو فیصد تھے۔آج ریاست جموں و کشمیر اور سرحد پار کے علاقہ جات میں ایک اندازے کے مطابق شینا بولنے والوں کی تعداد ڈھائی لاکھ کے قریب ہے۔دردی یا شینا زبان کی ذیلی بولیوں میں گریزی، دراسی، گلگت، استوری، بُرقسکت اور چیلاسی وغیرہ شامل ہیں۔ان بولیوں کے بولنے والے ایک دوسرے سے دُور رہتے ہیں اس لیے ان میں آئیڈیل مماثلت و مطابقت نہیں پائی جاتی۔

تازہ ترین ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست میں درد قبیلے کے لوگوں کی کُل آبادی ۴۸،۴۴۳۹ ہے جنھیں ۱۹۸۹ء میں مرکز نے درج فہرست قبائل میں شامل کیا ہے۔

گریزی شینا، مرکزی شینا یعنی گلگت کے قریب تر ہے۔ضلع بارہمولہ کی تحصیل گریز کبھی دردستان کا حصّہ تھی اور وادیِ کشمیر کے ساتھ رابطے کا ایک ذریعہ بھی تھی۔گریز اور تلیل میں آباد قبائل میں دردوں کے علاوہ گوجر بکروال قبیلے کے لوگ بھی آباد ہیں۔

گریزی شینا چیلاسی بولی سے بھی میل کھاتی ہے۔دشوار گزار پہاڑی سلسلوں سے گھِرا یہ علاقہ، اپنے اندر اس قدیم قبیلے کے لوک ورثے، مقامی روایت اور ثقافتی رنگا رنگی سمیٹے ہوئے ہے۔کاچو اسکندر خان اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۴ پر تحریر کرتے ہیں:

> ''درد، ممتاز شخصیتوں کی یادگار کے طور پر شاندار عمارتیں بناتے تھے۔لیکن اب یہ فن متروک ہے۔یہ تمام خصوصیتیں، جیسا کہ ان کی قومی تاریخ سے ظاہر ہو رہا ہے۔واہ ہنو کے ابتدائی دردوں میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔مثلاً متعدد دیوتاؤں (لہاؤں) کی پرستش اور ان میں محافظ اور مُربی دیوتا ''یشا یاندگ'' اور محافظ دیوی ''ٹھالی سمین'' کا مخصوص اُونچا مقام۔زبان میں سنسکرت، فارسی وغیرہ زبانوں کے الفاظ مثلاً خر، اسپ، نیست، دودھ، گھی وغیرہ کی ملاوٹ۔سیاہ لباس (سیاہ چغہ اور کمر بند) کوڑیوں (Shells) سویوں، مالاؤں وغیرہ سے مُزین عجیب شکل کی ٹوپی جو کلاشوں کی ٹوپی سے مشابہ ہے۔بڑے قومی تہوار کا ستمبر کے مہینے میں انعقاد، نیلی آنکھیں اور گوری رنگت وغیرہ۔اور یہ سب اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان لوگوں کا مذکورہ صدر قوم سے قریبی تعلق ہے۔خود ان کے بقول ان کا ابتدائی قبیلہ گلگت خاص سے دس بارہ دن کی مسافت پر بجانب عرب واقع مقام یاندگ سے روانہ ہوا ہے۔راستے میں سسلی (گلگت کے قریب واقع) اور بشو کچورا (روندو میں واقع) کے کچھ خاندان بھی اس میں شریک ہوئے ہیں اور ایک بہت بڑا قافلہ ترتیب پا گیا ہے۔جو ہمیشہ متحد رہا ہے۔اس حساب سے یاندگ نامی مقام خطہ چترال میں واقع کسی مقام کا قدیم نام لگتا ہے۔جو گلگت سے لگ بھگ دو ڈیڑھ سو میل دور ہے۔اس پس منظر میں گیتوں، دیو مالاؤں اور دوسرے آثارِ قدیمہ سے جو معلومات اس قوم کے بارے میں فراہم ہوتی ہیں۔انھیں اگر ان معلومات کے ساتھ جوڑا جائے جو معلومات موجودہ نسل کے ذہن میں محفوظ ہیں تو ان سے ایک دلکش اور ولولہ انگیز قومی رزمیہ مرتب ہوتا ہے۔''[۴]

گریزی شینا بولنے والے لوگوں میں سے اکثریت چونکہ وادیٔ کشمیر سے جُڑی ہوئی ہے اس لیے اس بولی میں کشمیری زبان کے الفاظ بھی معمولی فونیمی تبدیلی کے ساتھ موجود ہیں۔

شینا زبان کی ایک اور اہم ترین بولی دراسی ہے۔ دراس جو ضلع کرگل کی ایک تحصیل ہے اس کا شمار کبھی دردستان کے اہم علاقہ جات میں ہوا کرتا تھا۔ سری نگر لیہہ شاہراہ پر واقع دراس، سری نگر سے ۱۴۵ کلومیٹر جب کہ کرگل سے ۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ دراسی شینا بولنے والے چونکہ لنگوا فرینکا کے طور پر ''پریگی'' زبان بولتے ہیں جو ''پریگپا'' قبیلے کی زبان ہے۔ کرگل میں یہی زبان بولی جاتی ہے جب کہ ''بلتی'' کو ادبی زبان کے طور پر برتا جاتا ہے۔ اس لیے دراسی شینا پر بلتی اور پریگی دونوں زبانوں کے اثرات نمایاں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ لوگ چونکہ سری نگر جو ریاست کی گرمیوں کی راجدھانی ہے، سے بھی منسلک ہیں، لہٰذا کشمیری بھی اچھے سے بول لیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دراسی شینا میں کشمیری زبان کی حلاوت بھی دکھائی پڑتی ہے۔

دراسی شینا میں لوک روایات، لوک عقائد اور ثقافتی قوس وقزح کی رنگینیاں موجود ہیں۔ کرگل ریڈیو سے بھی دراسی زبان میں خصوصی پروگرام نشر ہوتے ہیں اور اب اس زبان میں لکھنے والوں کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

بُروقسکت شینا لداخ، داہنوں، بٹالک، گرکُن، درچکس علاقاجات میں بولی جاتی ہے۔ اس کے بولنے والوں میں اسلام اور بودھ دھرم پر یقین رکھنے والے افراد ہیں۔ اس زبان میں تحریر کا رواج اگرچہ عام نہیں مگر اسے تبتی اسکرپٹ (رسم الخط) میں بھی لکھا جاتا ہے جو کہ ''لامہ سمبھوٹا'' نے ایجاد کیا تھا اور جس کی بنیاد ''دیونا گری'' رسم الخط ہے۔ لداخی کے لیے بھی یہی رسم الخط استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ بودھ صحیفوں کا اس رسم الخط میں ہونا مانا جاتا ہے۔

بُروقسکت شینا میں لوک گیتوں اور دوسری زبانی روایات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ لوگ باقی دردوں سے الگ رسم ورواج اور لوک عقائد رکھتے ہیں۔ اصل آریائی ہونے کی وجہ سے کئی محققین اِن کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان میں مقامی محققین کے علاوہ مغربی مما لک سے آنے والے تحقیق کاروں کی ایک اچھی خاصی تعداد شامل ہے۔ بُروقسکت شینا اور دوسری شینا بولیوں میں مطابقت اور مماثلت اس وجہ سے بھی زیادہ نہیں ہے کیوں کہ گریزی، دراسی، اسطوری، چیلاسی اور گلگت بولیاں فارسی اُردو رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں جب کہ بُروقسکت میں زیادہ تحریریں تبتی رسم الخط میں موجود ہیں۔

گلگت چونکہ دردستان کا مرکز تھا اس لیے یہاں بولی جانے والی ''گلگت'' بولی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ گلگتی شینا میں بلتی الفاظ اور لوک روایات بھی در آئی ہیں۔ اس بولی کی مرکزی حیثیت اس لیے بھی مسلم ہے کیوں کہ یہ گریزی، دراسی، چیلاسی اور استوری کی اصل ہے۔ کیوں کہ گلگت ہی وہ مرکز تھا جہاں سے یہ زبان دوسرے علاقہ جات میں منتقل ہوئی ہے۔

فرینکی ۵ نے اپنی کتاب ''اے ہسٹری آف ویسٹرن تبت'' میں (MAP) قدیم درد آبادیوں کا آثارِ قدیمہ، زبان اور گیتوں کی بنیادوں پر مُرتب کر کے شامل کیا ہے۔ اس نقشے کے مطابق قدیم دردوں کی آبادی اسکردو سے ردنگ چھور گیوت، واقع لداخ تک اور پورِیگ میں دراس اور سوروتک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ موجودہ ونلا کے آس پاس بھی ان کی آبادی تھی۔ محلہ بروقمو گوروم چھقا

جونالۂ ونلا اور دریائے سندھ کے مقام اتصال کے نزدیک واقع ہے، اس کو بھی دردبستی خیال کیا جاتا ہے۔

بعض مورخوں جن میں مصنف ''دی کنگڈم آف لداخ'' بھی شامل ہے کا خیال ہے کہ جس قوم نے حدودِ لداخ میں سب سے پہلے قدم رکھا وہ درد قوم تھی۔

چیلاسی شینا علاقہ چیلاس میں بولی جاتی ہے اور شینا کی اہم بولی تصور کی جاتی ہے۔ یہ دریائے سندھ کے گرد و نواح میں بولی جاتی ہے۔ چیلاسی شینا پر استوری شینا کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بولی روشان سے شمالی مغربی اطراف میں بھی بولی جاتی ہے۔ بلتی کے علاوہ اس بولی پر تبت چینی الفاظ کے اثرات کے ساتھ ساتھ پشتو اور کوہستانی زبانوں کا بھی اثر ہے۔

اگر ہم دردی زبان کی آئینی حیثیت کے بارے میں بات کریں تو دردی زبان جموں وکشمیر کے آئین کے چھٹے شیڈول میں شامل ہے۔ اور جموں وکشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز میں اس زبان کا شعبہ عنقریب کھلنے جا رہا ہے۔ جب کہ اکادمی ہر سال شینا میں شائع کتابوں پر انعامات بھی دیتی ہے۔

جموں وکشمیر سٹیٹ بورڈ آف سکول ایجوکشن کی جانب سے دردی میں پانچویں جماعت تک نصاب مرتب کیا جا چکا ہے۔ اور اس زبان کو سکولوں میں رائج کیا جا رہا ہے۔

دردشین اور برُوقپا ناموں سے پکارا جانے والا یہ قبیلہ اپنی الگ ثقافتی پہچان رکھتا ہے۔ اس کی زبان، لوک وراثت، رسم و رواج اور سماجی ڈھانچہ اسے جموں وکشمیر کے قبائل میں منفرد مقام دلاتا ہے۔ اس زبان میں اگرچہ ادبی تحریروں کی کمی ہے پھر بھی ریاست جموں وکشمیر اور سرحد پار جہاں جہاں اس قبیلے کے لوگ آباد ہیں اس زبان کو تحریری روپ دے رہے ہیں۔ کاشرُ چینل اور دوردرشن سری نگر سے اس زبان میں پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوتے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس زبان میں موجود روایات، لوک وراثت کو فوری طور پر محفوظ کر کے اسے آئندہ نسلوں کے لیے بچا کے رکھ لیا جائے۔ اس زبان کو ہنوز سرکاری پشت پناہی کا انتظار ہے۔ نجی اور غیر سرکاری سطح پر بھی اس زبان کو ترویج دینے کے لیے کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس زبان کے لوک گیت، لوک کہانیاں، ضرب الامثال اور دوسرا خزانہ تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اس لیے اسے تحریری شکل میں محفوظ کرنا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔

حوالے:

۱۔ کاچو اسکندر خان — قدیم تاریخِ لداخ — ص ۷۲

۲۔ فرینکی — لداخ انتکا، آکسفرڈ — ص ۳۳

۳۔ انٹی کوریئرز آف انڈین تبت — آکسفورڈ یونی ورسٹی — ص ۴۴

۴۔ کاچو اسکندر خان — قدیم تاریخِ لداخ — ص ۸۴

۵۔ فرینکی — اے ہسٹری آف ویسٹرن تبت — ص ۷۷